تو قوم لوط پیغمبر کے وعظ و نصیحت سے اثر پذیری کے بجائے اُن کی دشمن ہوگئی اور خدا کے پیغمبر کو جلا وطن کردینے کا ارادہ کرلیا۔

قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ (اعراف آیت ۸۲)

انھوں نے کہا کہ "لوط اور اس کے خاندان کو اپنی بستی سے نکال دو! یہ لوگ (ازراہِ طنز) بڑے پاکباز ہیں"

مگر اس دھمکی کا حضرت لوط علیہ السّلام پر مطلق اثر نہ ہوا، انھوں نے پھر نہایت مشفقانہ اور مُربیانہ انداز میں نصیحت فرمائی تو یہ لوگ جو انسانیت اور اُس کے تقاضوں سے یکسر محروم ہو چکے تھے آتشِ غیض و غضب سے بھڑک اُٹھے اور کہنے لگے کہ "اگر تیرا پروردگار ہمارے ان افعال سے ناراض ہے تو، تو وہ عذاب لاکر دکھا جس سے تو بار بار ہمیں ڈراتا ہے"۔

قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۂ عنکبوت آیت ۲۹)

انھوں نے کہا "اے لوط اگر تو سچا ہے تو اپنے خدا کا عذاب لے آ۔"

حضرت لوط علیہ السّلام کی جب تمام کوششیں بے کار ہوگئیں اور ان لوگوں کی سیاہ بختی نے کسی طرح اُن کو اخلاقی زندگی اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہونے دیا اور وہ ڈھٹائی کے ساتھ اپنی بدکرداریوں پر اصرار کرتے اور خدا کے پیغمبر کو برابر جھٹلاتے رہے تو ضرورت تھی کہ اس قوم کو اس کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی اور فواحش کے اصرار پر قدرت کی جانب سے ایسی سخت ترین سزا دی جائے جو قیامت تک دوسروں کے لئے تازیانۂ عبرت ہو۔ بالآخر جب اُن کی اصلاح کے تمام امکانات ختم ہوگئے تو آسمان سے پتھروں کی مسلسل بارش نے اُن کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیا، اُن کی آبادی کا تختہ اُلٹ دیا گیا۔ یہاں کی زمین تقریباً چار سو میٹر نیچے چلی گئی۔[۱] اور ہر طرف پانی ہی پانی اُبل پڑا، اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ !

قرآن حکیم میں قوم لوط کا ذکر | قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر قوم لوط کا ذکر آیا ہے۔ مگر سورۂ ہود اور سورۂ الحجر میں تفصیل کے ساتھ اس کے حالات مذکور ہیں۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا ۔ تا ۔ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۔ (سورہ ہود آیت ۷۷ ۔ ۸۳)

---

[۱] قصص القرآن جلد اول صہ ۲۳۴

"اور پھر جب ایسا ہوا کہ ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ اُن کے آنے سے خوش نہیں ہوا اُن کی موجودگی نے اُسے پریشان کر دیا، وہ بولا "آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے!"

اور اس کی قوم کے لوگ (اجنبیوں کے آنے کی خبر سُن کر) دوڑتے ہوئے آئے، وہ پہلے سے بُرے کاموں کے عادی ہو رہے تھے۔

لوط نے اُن سے کہا "لوگو! یہ میری بیٹیاں ہیں، یہ تمہارے لئے جائز اور پاک ہیں[۵] (پس اُن کی طرف ملتفت ہو اور دوسری بات کا قصد نہ کرو) اللہ سے ڈرو، میرے مہمانوں کے معاملے میں مجھے رسوا نہ کرو! کیا تم میں کوئی بھلا آدمی نہیں؟"

ان لوگوں نے کہا "تجھے معلوم ہے کہ تیری ان بیٹیوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں، اور تو اچھی طرح جانتا ہے ہم کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

لوط نے کہا "کاش! تمہارے مقابلے کی مجھے طاقت ہوتی، یا کوئی سہارا ہوتا جس کا آسرا پکڑ سکتا۔"

(تب) مہمانوں نے کہا "اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے آئے ہیں (گھبرانے کی کوئی بات نہیں) یہ لوگ کبھی تجھ پر قابو نہ پا سکیں گے! تو یوں کر کہ جب رات کا ایک حصّہ گذر جائے تو اپنے گھر کے آدمیوں کو ساتھ لے کر نکل چل اور تم میں سے کوئی اِدھر اُدھر نہ دیکھے، مگر ہاں تیری بیوی ساتھ دینے والی نہیں، وہ پیچھے رہ جائے گی اور) جو کچھ ان لوگوں پر گذرنا ہے، وہ اُس پر بھی گذرے گا، ان لوگوں کے لئے عذاب کا مقرّہ وقت صبح کا ہے، اور صبح کے آنے میں کچھ دیر نہیں۔"

پھر جب ہماری (ٹھہرائی ہوئی) بات کا وقت آ پہنچا تو (اے پیغمبر!) ہم نے اس (بستی) کی تمام

---

[۵] یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ ایسے بدکردار اور اخلاقی مجرموں کے سامنے خدا کے پیغمبر نے کیا اپنی باعصمت لڑکیوں کو پیش کرنے کا ارادہ کر لیا؟ درحقیقت یہ اصلاح کا ایک خاص پیرایۂ بیان ہے، جس کے ذریعہ سے اُن لوگوں کو اُن کی بدکرداری پر شرم اور غیرت دلانا مقصود تھا کہ اس بے ہودگی کے بجائے مرد اور عورت کے فطری اور قدرتی تعلق کو اختیار کرو۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ خود اُن لوگوں کی بیویوں کی جانب تھا، نبی اپنی قوم کا روحانی باپ ہوتا ہے، اس لئے اُن کی بیویوں کو اپنی بیٹیوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (تفصیل کے لئے عام کتب تفاسیر میں آیات زیر بحث کی تفسیر یا قصص القرآن جلد اول سے مراجعت کی جائے۔

بلندیاں' پستی میں بدل دیں' اور اس پر آگ میں پکے ہوئے پتھر لگاتار برسائے کہ تیرے پروردگار کے حضور (اس غرض سے) نشانی کئے ہوئے تھے"۔

اور سورۃ الحجر میں ہے :-

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ - تا - وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (آیت ۵۷-۷۴)

"اُس (ابراہیم) نے پوچھا" تم لوگ جو بھیجے ہوئے آئے ہو' تو تمہیں کون سی مہم درپیش ہے؟"

اُنھوں (فرشتوں) نے کہا" ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں جو ہلاک ہونے والی ہے' مگر ہاں' ایک خاندان لوطؑ کا ہے اُس کے تمام افراد کو ہم بچا لیں گے' البتہ اس کی بیوی نہیں بچے گی' اس کے لئے ہمارا اندازہ ہو چکا ہے وہ پیچھے رہ جانے والوں کا ساتھ دے گی"۔

پھر جب ایسا ہوا کہ یہ بھیجے ہوئے (فرشتے) خاندانِ لوطؑ کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے کہا" تم اجنبی معلوم ہوتے ہو"؟

اُنھوں نے کہا" نہیں' یہ بات نہیں ہے' بلکہ ہم تمہارے پاس وہ بات لے کر آئے ہیں جس میں لوگ شک کیا کرتے تھے (یعنی ہلاکت کے ظہور کی خبر) جس کا ان لوگوں کو یقین نہ تھا) ہمارا آنا ایک امرِ حق کے لئے ہے' اور ہم اپنے بیان میں سچے ہیں' پس تمہیں چاہیئے کہ کچھ رات رہے اپنے گھر کے لوگوں کو لیکر نکل جاؤ اور اُن کے پیچھے رہو' اور اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے' جہاں جانے کا حکم دے دیا گیا ہے (اُسی طرف رُخ کئے) چلے جاؤ"۔

غرضکہ ہم نے لوطؑ پر حقیقتِ حال واضح کر دی کہ ہلاکت کا ظہور ہونے والا ہے' اور باشندگانِ شہر کی بیخ و بنیاد صبح ہوتے ہوتے اُکھڑ جانے والی ہے (اس اثنا میں ایسا ہوا کہ) شہر کے لوگ خوشیاں مناتے ہوئے آ پہونچے۔

لوطؑ نے کہا" دیکھو! یہ میرے مہمان ہیں' میری فضیحت نہ کرو' اللہ سے ڈرو!"

اُنھوں نے کہا" کیا ہم نے تجھے اس بات سے نہیں روک دیا تھا کہ کسی قوم کا آدمی ہو لیکن اپنے یہاں نہ ٹھہرانا"۔

لوط نے کہا" اگر ایسا ہی ہے تو دیکھو! یہ میری بیٹیاں ہیں، ان کی طرف ملتفت ہو"

(فرشتوں نے لوط سے کہا) " تمہاری زندگی کی قسم یہ لوگ تو اپنی بدمستیوں میں کھوئے گئے ہیں، تمہاری بات ماننے والے نہیں!"

غرض کہ سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے انھیں آلیا، پس ہم نے وہ بستی زیروزبر کرڈالی اور پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی اُن پر بارش کی"۔ لہ

توراۃ کا بیان | توراۃ کتاب پیدائش میں بھی یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے :۔

" فرشتے شام کو سدوم میں آئے، لوط سدوم کے پھاٹک پر بیٹھا ہوا تھا، لوط نے اُن کا استقبال کیا اور اُن کو اپنے گھر مہمان ٹھہرایا"

رات کو سدوم کے جوان اور بوڑھے سب لوگوں نے لوط کے گھر کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ :۔

" وہ لوگ جو آج تیرے یہاں آئے ہیں کہاں ہیں؟ اُنہیں ہمارے پاس باہر لا تاکہ ہم ....."

لوط باہر آیا اور کواڑ بند کر لئے اور کہا کہ" اے بھائیو! ایسا بُرا کام نہ کیجیو! میری دو بیٹیاں موجود ہیں اگر مرضی ہو تو اُن کو لے آؤں، مگر ان لوگوں سے کچھ کام نہ رکھو، وہ اسی واسطے میری چھت کے سائے میں آئے ہیں"

وہ بولے کہ" ہٹ جا!" پھر بولے کہ" ایک شخص یہاں گزران کرنے آیا، سو حکومت کیا چاہتا ہے اب ہم تیرے ساتھ ان سے زیادہ بدسلوکی کریں گے"

اور لوط پر حملہ کرنے اور کواڑ توڑنے کے لئے بڑھے، فرشتوں نے لوط کو اپنے پاس گھر میں کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور لوگوں کو جو دروازے پر تھے اندھا کر دیا، سو وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔

تب فرشتوں نے لوط سے کہا" کیا یہاں تیرا اور کوئی ہے؟ داماد یا بیٹے، بیٹیاں جو کوئی تیرا اس شہر میں ہے تو اُسے لے کر اس مقام سے نکل جا کیونکہ ہم اس مقام کو غارت کریں گے، خداوند نے اس کے

لہ سورۂ اعراف اور سورۂ حجر کا یہ ترجمہ ترجمان القرآن جلد دوم سے ماخوذ ہے۔

غارت کرنے کو ہمیں بھیجا ہے"۔

تب لوط باہر جاکے اپنے داما دوں سے بولا اور ان سے کہا "اٹھو اور اس مقام سے نکلو کیونکہ خداوند اس شہر کو غارت کرے گا" لیکن وہ اپنے دامادوں کی نظر میں مضحک معلوم ہوا۔

جب صبح ہوئی تو فرشتوں نے لوط سے تاکید کرکے کہا کہ "اٹھ اور اپنی بیوی اور بیٹیوں کو جو یہاں موجود ہیں ساتھ لے، ایسا نہ ہو کہ تو بھی اس شہر کی بدی میں گرفتار ہو کے ہلاک ہوجائے"۔

پھر فرشتوں نے ہاتھ پکڑ کے اسے شہر سے باہر پہونچا دیا۔

جب لوط سدوم سے نکل کر صُغر پہنچا اور سورج کی روشنی زمین پر پھیلی تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی جس نے ان شہروں کو اور سارے میدان کو اور وہاں کے سب رہنے والوں کو اور سب کچھ جو زمین سے اُگا تھا نیست کردیا" (تورات کتاب پیدائش باب ۱۹ آیت ۱ - ۲۵)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (جن کو اس عذاب خداوندی کی خبر فرشتے پہلے دے چکے تھے) صبح اٹھ کر سدوم کی جانب دیکھا تو زمین سے دھوئیں کے بادل اٹھتے ہوئے نظر آئے۔

(تورات کتاب پیدائش باب ۱۹ آیت ۲۸)

قرآن حکیم میں ہے کہ قوم لوط پر پتھر برسائے گئے تھے اور تورات میں ہے کہ سدوم اور عمورہ پر آگ اور گندھک کی بارش ہوئی تھی۔ دسویں صدی عیسوی کے جغرافیہ نویس اُصطخری، ابن حوقل اور مقدسی جنھوں نے بُحیرۂ مردار کا مشاہدہ کیا ہے (اس کی تفصیل آگے آتی ہے) ان کے زمانے تک وہ پتھر جن کی نسبت قرآن حکیم میں کہا گیا ہے:۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ (سورۂ ہود آیت ۸۲) — اور ہم نے ان لوگوں پر لگاتار نشان کئے ہوئے پتھر برسائے۔

موجود تھے، ان سیاحوں کا بیان ہے کہ یہ ایک وحشت ناک جگہ ہے جس میں یکساں جسامت کے پتھر بکھرے ہوئے ہیں، اکثر پتھروں پر ایک قسم کا نقش سا پڑا ہوا معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ ٹھپہ کرنے سے ہوجاتا ہے، مقدسی نے پتھروں پر دھاریوں کا ہونا بیان کیا ہے۔

قرآن حکیم اور تورات کے بیان میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے بعض مفسرین نے اس خیال کا اظہار

کیا ہے کہ دونوں بیانوں کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حالت پیش آئی ہوگی جیسی آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے واقع ہوتی ہے

بحیرۂ مردار کی موجودہ حالت | چار ہزار سال سے زائد مدت گذر جانے کے باوجود قوم لوط کی اس سرزمین میں آجتک عذابِ خداوندی کی غضبناکی اور اُن کی شامتِ اعمال کے ہولناک اور لرزہ خیز اثرات موجود ہیں! بحیرۂ مردار کے پانی میں کبھی کوئی ذی روح آبی جانور نہیں دیکھا گیا، اس کے پانی میں سخت شوریت اور تلخی کے ساتھ چکناہٹ اور تعفن پایا جاتا ہے، ان چیزوں نے اُس کے پانی کو پانی کی عمومی افادیت سے یکسر محروم کر دیا ہے۔ اگر یہ پانی کسی کام میں آتا بھی ہے تو وہ یہ ہے کہ جن درختوں کی جڑوں میں کیڑا لگتا ہو تو یہ پانی ڈال دینے سے کیڑے مر جاتے ہیں، گویا یہاں بھی یہ پانی زندگی بخشنے کے بجائے ہلاکت ہی کا کام کرتا ہے، جو چیز اس پانی میں گر جاتی ہے وہ بھی اپنی حقیقی افادیت کھو بیٹھتی ہے حتیٰ کہ اس کے کناروں پر بھی کاشت نہیں ہو سکتی اور نہ کسی قسم کی روئیدگی کا یہاں نام و نشان ملتا ہے۔ بعض اوقات اُس کے قرب و جوار میں ایسی مہلک ہوا چلتی ہے جس سے آدمی اور جانور تک ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بحیرۂ مُردار کو جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ اس کی نسبت لکھتے ہیں۔

مورخین کے بیانات | مورخین اور جغرافیہ نویسوں نے بحیرۂ مُردار کے حالات تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اصطخری[1] اور ابن حوقل[2] نے لکھا ہے کہ "اسے بحرِ میّت اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں کوئی زندہ آبی جانور یا مچھلی وغیرہ نہیں پائی جاتی، قوم لوط کے یہ دیار مقلوب اور ملعون سرزمین کے نام سے موسوم ہیں، ان میں نہ کاشت ہوتی ہے

---

[1] اصطخری جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے اصطخر کا رہنے والا تھا، اُس نے تجارت کے سلسلے میں بہت سے ممالک کا سفر کیا، اس کے اکثر بیانات اس کے چشم دید حالات پر مبنی ہیں۔ اُس نے بالترتیب اسلامی ممالک کے قابلِ ذکر مقامات کے حالات نہایت احتیاط سے بیان کئے ہیں۔ اس کی کتاب کا زمانۂ تالیف سنہ ۹۵۱ء ہے۔ اصطخری کی کتاب یورپ میں چھپی ہے۔ [2] ابن حوقل کو تقریباً اصطخری کا معاصر سمجھنا چاہیئے، یہ بھی اصطخری کی طرح تاجر تھا۔ تجارت کے سلسلہ میں دُور دُور تک پھرتا رہا اور مختلف ممالک کی سیاحت کا موقع ملا۔ ابن حوقل ہندوستان بھی آیا تھا۔ یہاں کے حالات بھی اُس نے تفصیل سے بیان کئے ہیں جن سے اس زمانے کے ہندوستان کے رسم و رواج اور معاشرت وغیرہ باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ سنہ ۹۷۶ء میں ابن حوقل نے اصطخری کی کتاب کو سامنے رکھ کر اس پر مزید حالات کا اضافہ کیا ہے، اس لئے اصطخری کے مقابلہ میں اس کا بیان زیادہ مفصل ہوتا ہے۔ اس کی کتاب بھی یورپ میں چھپ گئی ہے۔

اور نہ کسی قسم کی روئیدگی کا نام و نشان ملتا ہے، نہ یہاں مویشی پائے جاتے ہیں، یہ ایک سیاہ میدان ہے جس میں یکساں جسامت کے پتھر بکھرے ہوئے ہیں، بظاہر یہ وہی نشان زدہ (مُسَوَّمَۃً) پتھر ہیں جن کا قرآن حکیم میں ذکر آیا ہے اور جو قوم لوط پر برسائے گئے تھے، اکثر پتھروں پر ایک قسم کا نقش سا پڑا ہوا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ مہر کرنے سے ہو جاتا ہے۔ یہ پتھر اپنی جسامت اور گولائی کے اعتبار سے حیرت انگیز ہیں[۵۱]۔ (اصطخری ص ۶۴ و ابن حوقل ص ۱۲۳ و ۱۲۴)

ایرانی سیاح ناصر خسرو جس نے گیارھویں صدی عیسوی کے وسط میں بُحیرۂ مُردار کو دیکھا تھا لکھتا ہے کہ "طبریہ کے جنوب میں بحر لوط واقع ہے اس جھیل کا پانی تلخ ہے۔ اگرچہ طبریہ کی جھیل سے جو پانی آکر اس میں ملتا ہے وہ شیریں ہوتا ہے، قوم لوط کے شہر یہاں آباد تھے، مگر اُن کا نام و نشان باقی نہیں رہا، ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اس جھیل کے آشوبِ شور میں ایک قسم کا مادہ ہے جو جھیل کے جھاگ سے از خود جمع ہو جاتا ہے، اس کا رنگ سیاہ اور شکل سانڈ جیسی ہوتی ہے، یہ مادّہ پتھر سے مشابہ ہوتا ہے مگر پتھر جیسا سخت نہیں ہوتا، اگر درختوں کی جڑ میں یہ مادہ بھر دیا جائے تو پھر کوئی کیڑا پیدا نہیں ہوتا، ان سب علاقوں میں درختوں کی جڑیں اسی طریق سے محفوظ رکھی جاتی ہیں، اور اس قسم کے کیڑے مکوڑوں سے جو زمین پر رینگتے رہتے ہیں باغوں کی حفاظت کا انتظام کیا جاتا ہے[۵۲]۔ (ناصر خسرو ص ۱۸)

• ادریسی لکھتا ہے کہ "بحر زُغر قوم لوط کے شہر تھے جنھیں خدا نے ایسا اُلٹ دیا کہ وہاں یہ بدبودار جھیل بن گئی ہے، اسے بحر میّت بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس میں کوئی چیز، کیا مچھلی اور کیا آبی جانور، زندہ نہیں پائی جاتی، دوسرے ذی روح جانور جو رواں یا بند پانی میں ہوتے ہیں اس جھیل میں نہیں پائے جاتے، اس کا

---

۵۱ مورخین کے یہ بیانات جی، لی اسٹرینج کے جغرافیہ بلادِ فلسطین و شام سے ماخوذ ہیں۔

۵۲ ناصر خسرو ۱۰۰۴ء میں بلخ میں پیدا ہوا۔ سلطان طغرل بک سلجوقی کے بھائی جعفر بیگ کے دربار سے کچھ عرصہ وابستہ رہا۔ ابتدائی عمر میں ہندوستان کی سیاحت کی۔ گیارھویں صدی کے وسط میں حج کے لئے جاتے ہوئے فلسطین سے گذرا اُس نے بیت المقدس اور حوالی حرم کے حالات نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں، ناصر خسرو کا سفرنامہ جو فارسی میں ہے چھپ گیا ہے، چارلس شیفر نے اس کا ترجمہ فرنچ میں شائع کیا ہے۔

پانی گرم اور بدبودار ہے۔[۱] (ادریسی ص۳)

دمشقی لکھتا ہے کہ "اس جھیل کی تھاہ معلوم نہیں، اس میں کوئی ذی روح جانور نہیں پایا جاتا اور نہ اس کے کنارے پر کسی قسم کی نباتات پیدا ہوتی ہے۔"[۲] (دمشقی ص۱۰۸)

یاقوت حموی لکھتا ہے کہ "اس جھیل کا تعفن سخت مکروہ ہوتا ہے۔ یہاں بعض سالوں میں ایسی وبائی ہوا چلتی ہے جو آدمی اور جانور سب کے لئے مہلک ہوتی ہے۔ قریب کے دیہات کی آبادی ہلاک ہوجاتی ہے، اس منحوس جھیل میں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا، جو چیز اس کے پانی میں گرے وہ بے کار ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ایندھن تک خراب ہوجاتا ہے۔ اور جو لکڑی ساحل پر آجاتی ہے وہ جلتی تک نہیں۔ ابن الفقیہ نے لکھا ہے کہ اگر آدمی اس میں گرجائے تو اس وقت تک ڈوبتا نہیں جب تک دم نہ نکل جائے۔[۳]

(یاقوت جلد دوم ص۸۱ و جلد سوم ص۵۳)

مقدسی لکھتا ہے کہ "بحر لوط عجیب و غریب جگہ ہے، اس میں اردن اور شراہ کے دریاؤں کا پانی گرتا ہے۔

---

[۱] عرب جغرافیہ نویسوں میں ادریسی کو یورپ میں خاص شہرت حاصل ہے۔ یہ سسلی کے عیسائی بادشاہ راجر دوم کے دربار میں عرصہ تک مقیم رہا۔ اس نے بہت سی سیاحتیں کیں، یورپ کے بعض مقامات بھی دیکھے اور عرصہ تک لزبن میں مقیم رہا۔ اس نے فلسطین کے حالات بہت عمدہ لکھے ہیں۔ خاص طور سے بیت المقدس پر جو کچھ لکھا ہے وہ اس لئے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ اس زمانے میں بیت المقدس پر "صلیبی مجاہدین" قابض تھے۔ ادریسی نے ۱۱۵۴ء میں اپنی کتاب لکھی ہے۔

[۲] دمشقی ۱۲۵۶ء میں دمشق میں پیدا ہوا۔ اس نے ۱۳۰۰ء کے قریب اپنی کتاب لکھی ہے، یہ کتاب اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہے کہ "صلیبی مجاہدین" کے ہاتھوں فلسطین کی جو کیفیت ہوگئی تھی یہ کتاب اس کے متعلق تفصیلی معلومات بہم پہونچاتی ہے۔

[۳] عربی جغرافیوں میں یاقوت حموی کی معجم البلدان اپنی ضخامت، معلومات کی کثرت، مقامات کی تفصیل اور واقعات کی صحت کے لحاظ سے نہایت مہتم بالشان کتاب ہے۔ یاقوت ابتداءً غلام تھا۔ بغداد میں اپنے آقا کے دامن فیض میں تعلیم و تربیت پائی، یاقوت نے مختلف ممالک کی سیاحت کی۔ ۱۲۲۰ء کے بعد وہ ایران اور عراق سے گذرتا ہوا شام پہونچا اور پھر وہیں مقیم ہوگیا۔ اس کی کتاب معجم البلدان جغرافی اور تاریخی معلومات کا خزانہ اور نہایت قابل قدر کتاب ہے۔ مشرق میں ہندوستان اور مغرب میں اسپین تک کے تمام اسلامی ممالک اور شہروں کے حالات شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب بڑی تقطیع کی آٹھ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے، یاقوت کی ایک دوسری کتاب معجم الادبا بھی بڑی اہم کتاب ہے، یاقوت نے ۱۲۲۹ء میں انتقال کیا۔

گر پھر بھی اس کی سطح میں مطلق فرق نہیں آتا۔ کہتے ہیں کہ اس کے پانی میں آدمی آسانی سے ڈوبتا نہیں ہے۔ طوفان کے موسم میں بھی اس کی سطح سے موجیں بلند نہیں ہوتیں۔ یہ جھیل بالکل نمک ہے جس میں ہر چیز بھسم ہو جاتی ہے۔ تعفن کے ساتھ وحشت بھی پائی جاتی ہے۔

رملہ اور ریلہ کے درمیان وہ پتھر ملتے ہیں جو قومِ لوط پر برسائے گئے تھے۔ ان پر دھاریاں پڑی ہوئی ہیں اور چھوٹے بڑے دونوں قسم کے ہیں[۱]۔ (مقدسی ص۱۸۵ و ص۱۸۶)

ایک مغربی مصنف لفٹیننٹ لنچ جس نے پہلی جنگِ عظیم کے دوران اس مقام کو دیکھا تھا لکھتا ہے کہ:۔

"گندھک آمیز ہائیڈروجن کی سخت بدبو آتی ہے، اس کا پانی "تلخ" تیلیا اور بدمزہ ہے"۔

(بلادِ فلسطین و شام ص۶۷ و ص۶۸)

توراۃ میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السّلام نے سدوم سے نکل کر صُغر میں قیام کیا تھا۔ صُغر کو سقر اور زُغر بھی کہتے ہیں۔ اس کی آبادی بحیرۂ مردار کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ شام کے مشرقی اضلاع کا ایک گاؤں ہے اُسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے بحیرۂ مردار کو بحرِ زغر بھی کہتے ہیں۔ یہ بیت المقدس سے تین منزل کے فاصلے پر اُس شاہراہ پر واقع ہے جو حجاز کو جاتی ہے۔ یہ بستی چونکہ قومِ لوط کے باقیات میں سے ہے اس لئے نامناسب نہ ہوگا کہ آخر میں اس کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

صُغر (زُغر) کے باشندے اُن بدکرداریوں میں ملوث نہ تھے جن میں قومِ لوط کی بستیاں مبتلا تھیں، اس لئے یہ شہر اگرچہ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہا، مگر چونکہ یہ قومِ لوط کی مغضوب سرزمین کے بالکل متصل واقع

---

[۱] مقدسی ۳۳۶ھ ۹۴۶ء میں بیت المقدس میں پیدا ہوا۔ نوجوانی میں حج سے فارغ ہو کر ارادہ کر لیا کہ اپنی زندگی سیاحت اور جغرافیہ کی تدوین کے لئے وقف کر دے گا۔ اس علم کی ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے وہ بیس سال تک مختلف ممالک کی سیاحت کرتا رہا۔ اسلامی ممالک کے قریب قریب سب ہی مقامات کو اس نے دیکھا۔ مقدسی نے ۳۷۵ھ ۹۸۵ء میں اپنی کتاب تالیف کی جس میں اُن تمام ممالک اور مقامات کے حالات بالترتیب درج کئے ہیں جہاں جہاں وہ پہنچ سکا تھا۔ اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس کا ذاتی مشاہدہ ہے۔ مختلف قوموں کے رسم و رواج اور اقوام کی طبعی خصوصیات پر نہایت دقتِ نظر کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ فلسطین پر اُس نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس کی کتاب کا بہترین حصہ ہے۔

تھا، اس لئے قُربِ مکانی کے کچھ نہ کچھ اثرات یہاں بھی پائے جاتے ہیں۔ مقدسی جس نے گیارھویں صدی عیسوی میں صُغر کو دیکھا تھا، لکھتا ہے کہ:۔

یہاں کے لوگ زُغر کو سَقَر کہتے ہیں، بیت المقدس کا ایک باشندہ یہاں سے اپنے ہم وطن دوستوں کو ہمیشہ اس طرح خطوط لکھا کرتا تھا:

"از سَقَرِ اسفل بجانب اہلِ فردوس بریں"

حقیقت میں یہ علاقہ پردیسی کے حق میں بلائے جان ہے، اسکا پانی نفرت کے قابل ہے اور ایسا گرم ہے کہ گویا آتشِ دوزخ پر رکھا ہوا ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس کی موت آنے میں دیر ہے، وہ یہاں آ جائے، کیونکہ دنیائے اسلام میں اس سے بدتر آب و ہوا کا مقام میرے علم میں نہیں ہے! یہاں کے رہنے والوں کو جلد کالی اور موٹی ہوتی ہے۔ البتہ تجارت کی گرم بازاری ایک حد تک ویسی ہی ہے جیسی بصرہ میں ہے (مقدسی ص۱۷۸ بحوالہ بلادِ فلسطین وشام ص۳۵۱)

حضرت لوط علیہ السّلام کی چھوٹی بیٹی زُغر یہیں مدفون ہیں، اور اُن ہی کے نام پر اب یہ جگہ موسوم ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں طلبہ کا داخلہ

ایک ضروری اعلان

مجلس عاملہ دارالعلوم دیوبند منعقدہ ۲۶ رجب سنہ۱۳۸۰ھ کی تجاویز کے پیشِ نظر اعلان کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال سے دارالعلوم میں طلبہ کا داخلہ حسبِ ذیل شرائط پر ہوگا۔

(۱) دارالعلوم دیوبند میں داخل ہونیوالے طالب علم (خواہ قدیم ہوں یا جدید) کو ضروری ہوگا کہ وہ اپنے سرپرست کی جسکو وہ فارم داخلہ میں سرپرست درج کریگا تحریری تصدیق پیش کرے جسمیں اُسکی قومیت اور اخلاق و کردار و تعلیم وغیرہ کا ذکر ہو اور ہر طریقہ کی ذمہ داری کی صراحت ہو (۲) جو طلبہ مغربی بنگال یا آسام سے آئیں وہ مذکورہ بالا تصدیق نامہ کیساتھ کسی مجسٹریٹ یا اپنے حلقہ کے ممبر اسمبلی یا ممبر پارلیمنٹ یا تھانہ سے اپنے ہندوستانی ہونے کی تصدیق بھی لائیں مجسٹریٹ یا تھانہ کی تصدیق مہر شدہ ہونی ضروری ہے اور ممبران مذکور کی تصدیق ان کے لیٹر فارم پر ہونی چاہیئے (۳) ہر طالب علم کے لئے ضروری ہے کہ حسب معمول قدیم اپنا نام و پتہ فارم داخلہ میں صحیح درج کرے۔ نام یا ولدیت یا سکونت کا اندراج غلط ثابت ہونے پر مستوجب اخراج ہوگا۔ (نوٹ) دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے خواہشمند طلبہ امور مذکورہ بالا کی روشنی میں داخلہ کا قصد کریں۔

مرزا مظہر جانجاناں کے خطوط

جناب خلیق انجم صاحب اُستاذ شعبۂ اُردو۔ کروڑی مل کالج۔ دلی

(۵)

تم نے پوچھا تھا کہ کفارِ ہند بھی مشرکینِ عرب کی طرح بے اصل دین رکھتے ہیں۔ یا اس دین کی کوئی اصل تھی، جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔ اور ان کے (کفارِ ہند) کے پیشرووں کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ مختصر الفاظ میں تحقیق اور انصاف کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اہلِ ہند کی پُرانی کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ نوعِ انسانی کی پیدائش کے آغاز میں، رحمتِ الٰہی نے دنیا اور عاقبت کی اصلاح کیلئے برہمانامی کتاب ایک فرشتہ (کہ جو دنیا کی ایجاد کا وسیلہ اور آلہ ہے) کے ذریعہ بھیجی تھی۔ یہ کتاب چار دفتر رکھتی ہے اور احکامِ امر و نہی اور ماضی و مستقبل کی خبروں پر مشتمل ہے۔ ان کے مجتہدوں نے اس کتاب سے چھ مذاہب نکالے ہیں۔ اور اصولِ عقائد کی بنیاد اس پر رکھی ہے۔ اس فن کو دھرم شاستر کہتے ہیں۔ یعنی فن ایمانیات جیسے ہم علمِ کلام کہتے ہیں۔ نوعِ انسان کو چار فرقوں پر تقسیم کیا ہے اور اس کتاب سے چار مسلک نکالے ہیں۔ ہر فرقہ کے لئے ایک مسلک مقرر کیا ہے۔ اور فروعِ اعمال کی بنیاد اس پر رکھی۔ اس فن کا نام کرم شاستر ہے یعنی فنِ عملیات جیسے ہم علمِ فقہ کہتے ہیں۔ چونکہ وہ لوگ فسخِ احکام سے انکار کرتے ہیں اور ہر دور و زمانہ کے اہلِ دانش کی طبیعتوں کے مطابق تبدیلی لازمی ہے۔ دنیا کی طویل عمر کو چار حصّوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر حصّہ کا نام "جگ" رکھا ہے۔ اور ہر جگ کے لئے چاروں دفتروں سے طورِ عمل اخذ کیا ہے۔ اور جو کچھ ان کے متاخرین نے تصرفات کئے ہیں وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ اور ان کے تمام فرقے خداوند تعالےٰ کی توحید پر متفق ہیں اور دنیا کو حادث و مخلوق جانتے ہیں۔ دنیا کے فنا ہونے، حشرِ جسمانی اور جزائے اعمال نیک و بد پر یقین رکھتے ہیں اور ان لوگوں کو علوم عقلی و نقلی، ریاضات، مجاہدات، تحقیقِ معارف اور مکاشفات

پر ید طولیٰ حاصل ہے۔ اور اُن کے کتاب خانے آج تک موجود ہیں۔ ان میں بت پرستی کی رسم الوہیت میں شرک کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقت دوسری ہے اور اُن کے دانشمندوں نے انسانی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے جنھیں اس طرح گذارتے ہیں۔ پہلے حصہ میں علوم و آداب کی تحصیل، دوسرے میں تحصیلِ معاش اور اولاد، تیسرے حصہ میں تصحیح اعمال اور اصلاحِ نفس، اور چوتھا حصہ ترک و تجرید کی مشق میں جو انسان کے کمال کی انتہا ہے۔ نجاتِ کبریٰ کہ جسے مہا مکت کہتے ہیں اسی پر موقوف ہے۔ اس دین کے قواعد و ضوابط میں مکمل نظم و نسق ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ مرتب دین تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔ اور شرع میں منسوخ شدہ مذاہب میں سوائے یہود و نصاریٰ کے دین کے اور کسی کا ذکر نہیں، حالانکہ ان کے علاوہ بھی بہت سے مذاہب منسوخ ہوئے اور بہت سے پیدا ہوئے اور ختم بھی۔ جاننا چاہیئے کہ آیۂ کریمہ کے مطابق کوئی اُمت ایسی نہیں ہے کہ جس میں رسول نہیں بھیجا گیا ہو اور دوسری آیۃ کے مطابق ہر اُمت کے لئے ایک رسول ہے اور اسی طرح (دوسری آیتوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے) ممالکِ ہند میں بھی انبیاء اور رسول بھیجے گئے ہیں اور اُن کے احوال ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں اور جو کچھ اُن کے آثار باقی ہیں اُن سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے وہ کمال و تکمیل کے مرتبے تک پہنچ گئے تھے۔ اور رحمتِ عامہ نے اس وسیع مملکت کے انسانی معاملات کو فراموش نہیں کیا تھا۔ مشہور ہے کہ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے تھے۔ اور پوری قوم پر اپنے پیغمبر کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب تھی نہ کہ دوسرے قوم کے پیغمبر کی۔ ہمارے پیغمبر کے ظہور کے بعد (جو تمام انسانوں کے لئے بھیجے گئے ہیں اور خاتم المرسلین ہیں اور جن کا مذہب تمام شرقی و غربی مذاہب کو ختم کر دینے والا ہے) جب تک دنیا باقی ہے کسی کو ان کی نافرمانی کی مجال نہیں ہے۔ چنانچہ آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے آج تک کہ ایک ہزار ایک سو اسّی سال گذرے جو کوئی اُن کا معتقد نہ ہوا کافر ہے۔ لیکن اگلے لوگ نہیں (یعنی ظہورِ اسلام سے قبل کے لوگ) اور چونکہ مذہب اس آیۃ کریمہ کے مطابق (اُن میں سے کہ جن کے ہم نے قصے بیان کئے اور ان میں سے کہ جنکے ہم نے (قرآن شریف) میں قصے بیان نہیں کئے) بہت سے انبیاء کے احوال کے بیان میں خاموشی ہے۔ اس لئے ان کی شان میں خاموش رہنا ہی سب سے بہتر ہے۔ نہ تو ہمیں ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر و ہلاک کا یقین لازم ہے اور نہ اُن کی

نجات پر یقین کرنا چاہیئے۔ اس معاملے میں حسنِ ظن ضروری ہے بشرطیکہ تعصب درمیان نہ ہو اور اہلِ فارس کے حق میں بلکہ ہر ملک والوں کے حق میں جو آنحضرتؐ کی آمد سے قبل گذرے ہیں یہی عقیدہ رکھنا اچھا ہے اور بغیر کسی قطعی دلیل کے کسی کو کافر کہنا آسان نہیں سمجھنا چاہیئے اور ان لوگوں کی بُت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو اللہ کے حکم سے اس عالمِ کون و مکان میں تصرف رکھتے ہیں یا بعض کاملوں کی روحیں جن کا جسموں سے ترکِ تعلق کرنے کے بعد بھی اس کائنات میں تصرف باقی ہے۔ یا بعض ایسے زندہ لوگ جو ان لوگوں کے خیال میں حضرتِ خضر کی طرح زندہ جاوید ہیں اُن کے بت بنا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور اس توجہ کے سبب سے کچھ مدت کے بعد صاحبِ صورت سے ربط پیدا کر لیتے ہیں اور اس کی بنیاد پر دنیا اور عاقبت کے تعلق سے اپنی احتیاجوں کو پورا کرتے ہیں۔ اور یہ عملِ ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ جو مسلمان صوفیوں کا طریقہ ہے کہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں اور اس سے فیض اٹھاتے ہیں... بس فرق اتنا ہے کہ (مسلمان صوفی) پیر کا بُت نہیں تراشتے۔ لیکن یہ بات کفارِ عرب کے عقیدے سے مناسبت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ تو بتوں کو اپنی ذات سے موثر اور متصرف کہتے تھے۔ اللہ تعالےٰ کے تصرف کا آلہ نہیں سمجھتے تھے اور اُن کو زمین کا خدا جانتے تھے اور خدا کو آسمان کا۔ یہ الوہیت میں شرکت ہے۔ ان کا (کفارِ ہند) سجدہ کرنا سجدۂ تہنیت ہے۔ سجدۂ عبودیت نہیں، جو ان لوگوں کے مذہب میں ماں، باپ، پیر اور اُستاد وغیرہ کو بھی سلام کی جگہ کرتے ہیں اور اسے ڈنڈوت کہتے ہیں اور تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔

مکتوب سی ام

جتنے یارانِ قدیم آئے تھے سب چلے گئے۔ خاص طور پر میاں محمد میر کہ بہت سی باتوں میں اکثر یارانِ طریقہ میں ممتاز تھے۔ اس مہینہ کی انیس تاریخ کو ذات الصدر کے مرض میں رحلت فرما گئے۔ فقیر کو سخت صدمہ پہونچا۔ چونکہ عمرِ طبعی پر نظر کرتے ہوئے ہمارا وقت بھی قریب آ پہونچا۔ اس لئے تسلی ہو گئی۔ انھوں نے کوئی بیٹا چھوڑا نہ خلیفہ (اس لئے) اُن کے مریدوں کی تربیت اور پس ماندگان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری فقیر کی گردن پر آپڑی ظاہر اور باطن میں تمہاری ذات سے جو بزرگانِ خدا کو فائدے پہنچ رہے ہیں انہیں جان کر خوشی